

## 42220- والد اپنے بیٹے کا نفقة کب تک برداشت کریگا؟

سوال

میری بہن کا بیٹا اپنے باپ کے ساتھ رہتا تھا بعد میں ہمارے ساتھ رہنے لگا، میں نے اس شرط پر اسے اپنے ساتھ رکھنا قبول کیا کہ وہ اس کے اخراجات کی مدد میں ماہانہ پانچ سوریاں دیا کریگا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس نے یہ مبلغ دینا بند کر دیا، اور کہنے لگا کہ اس کی خدمت نہیں کرتا، اور اس سے دور رہتا ہے اس لیے اس کے اخراجات بھی آپ کے ذمہ ہیں، کھانا پینا اور اس کی شادی بیاہ اور بس کاڑی وغیرہ سب آپ کے ذمہ ہیں.... بلکہ اس کے باپ نے تو کپنی کے کھاتے سے علاج معالجہ کرنے کی فائل بھی دینے سے انکار کر دیا، حالانکہ ملازمت کی بنا پر کپنی کی جانب سے مفت علاج معالجہ کی سولت دی گئی ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ آیا ہمیں شرعی حق حاصل ہے کہ ہم اس کے سول سالہ بیٹے کے اخراجات طلب کر سکیں، کیونکہ بچہ ابھی پیڑک کا طالب علم ہے؟

پسندیدہ جواب

آدمی پر واجب ہے کہ اگر اس کے والدین اور اولاد محتاج اور ضرور تمند ہوں تو وہ ان پر خرچ کرے اور ان کا ننان و نفقة برداشت کرے۔

خرقی رحمہ اللہ کرنے والے ہیں :

"آدمی کے والدین اور اس کی اولاد اگر فقراء و محتاج ہوں اور اس کے پاس مال ہو تو اسے ان کے اخراجات برداشت کرنے پر مجبور کیا جائیگا"

ابن قدامہ رحمہ اللہ کرنے والے ہیں :

"والدین اور اولاد کے ننان و نفقة کے وجوہ کی دلیل کتاب و سنت اور اجماع ہے؛ کتاب اللہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

[اگر وہ عورت میں تمہارے لیے (تمہارے بچے کو) دودھ پلانیں تو تم انہیں ان کی اجرت دو۔]

یہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رضا عنت کی اجرت بچے کے والد پر واجب کرتے ہوئے فرمایا ہے :

[اور حسن کا بچہ ہے اس کے ذمہ ان عورتوں کی روزی اور ان کا بس ہے اچھے طریقہ کے ساتھ۔]

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت کا فرمان ہے :

[اور تمہارا پروردگار یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت مت کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو۔]

ضرورت کے وقت والدین کا خرچ برداشت کرنا اور ان کے اخراجات پورے کرنا بھی ان کے ساتھ حسن سلوک میں شامل ہوتا ہے۔

سنن نبویہ کے دلائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمدرضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرمان ہے :

"تم اتنا کچھ لے یا کرو جو تمہارے بچے کو اچھے طریقہ سے کافی ہو" متفق علیہ۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آدمی کے لیے سب سے پاکیزہ وہ ہے جو وہ اپنی کمائی سے کھاتا ہے، اور اس کی اولاد اس کی کمائی میں سے ہے"

سنن ابو داؤد حدیث نمبر (3528) علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اجماع کی دلیل درج ذیل ہے:

ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ:

"اہل علم کا اجماع ہے کہ نقیر و محتاج والدین جن کی کوئی آمدی و کمائی نہ ہوا اور ان کے پاس مال بھی نہ ہوان کے اخراجات و خرچ ان کے بیٹے پر واجب ہیں۔

جن سے بھی ہم نے علم حاصل کیا ہے وہ سب اہل علم اس پر متفق ہیں کہ آدمی پر اس کی ساری اولاد جن کے پاس مال نہ ہو کے اخراجات واجب ہیں"

دیکھیں: المغنی (169/8-170).

والد پر جو نفقة واجب ہے اس کی کچھ شرط میں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

بیٹا مال کا محتاج اور ضرور تمند ہو۔

اور وہ چھوٹی عمر یا میماری وغیرہ کی بنابر کمائی کرنے سے عاجز ہو۔

اور والد اپنے بیٹے پر خرچ کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کتیبہ میں:

"نفقة واجب ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط:

وہ فقراء و محتاج ہوں، اور ان کے پاس مال نہ ہوا اور نہ ہی آمدی و کمائی ہو جس کی بنابر کمائی دوسرا کے خرچ سے مستغنى ہوں۔

اگر ان کے پاس مال ہو، یا وہ کمائی و آمدی میں کسی دوسرا کے محتاج نہ ہو تو پھر ان کا نفقة نہیں ہوگا؛ کیونکہ یہ بطور دبھتی واجب ہوتا ہے، اور والدار کے لیے دبھتی نہیں ہوتی۔

دوسری شرط:

جس پر نفقة واجب ہو رہا ہے اس کے پاس خرچ کرنے کے لیے مال اپنے اخراجات سے زائد ہو، یعنی یا تو مال زائد ہو یا پھر کمائی و آمدی زائد ہو، لیکن اگر اس کے پاس کچھ زائد نہ ہو تو پھر اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

اس کی دلیل جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل حدیث ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"جب تم میں سے کوئی شخص قهیر و تنگ دست ہو تو وہ اپنے آپ سے شروع کرے، اگر کچھ نجات جائے تو پھر وہ اپنے ابی و عیال پر خرچ کرے، اور اگر اس سے بھی کچھ نجات جائے تو پھر وہ اپنے قریبی رشتہ دار پر خرچ کرے"

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :

"تم اپنے آپ سے شروع کرو، اور پھر ان سے جو تمہاری عیالداری میں ہیں"

یہ حدیث صحیح ہے.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

"ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگا :

اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک دینار ہے ؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تم اسے اپنے آپ پر صدقة کرو

اس شخص نے عرض کیا : میرے پاس ایک اور دینار ہے.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تم اسے اپنے بچے پر صدقة کرو.

اس شخص نے عرض کیا : میرے پاس ایک اور دینار ہے ؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم اسے اپنے بیوی پر صدقة کرو

وہ شخص کہنے لگا : میرے پاس ایک اور دینار ہے ؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اسے تم اپنے خادم پر صدقة کرو

اس شخص نے عرض کیا : میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے ؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم زیادہ بہتر جانتے ہو"

سنن ابو داود حدیث نمبر (1691) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ابو داود میں حسن قرار دیا ہے۔

اور اس لیے بھی کہ یہ دلجمی ہے، چنانچہ یہ زکاۃ کی طرح محتاج پر واجب نہیں ہوگی۔

تیسرا شرط:

خرچ کرنے والا وارث ہو؛ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

**[اور وارث پر بھی اسی طرح ہے۔]**

اور اس لیے بھی کہ ایک دوسرے کا وارث بننے والے آپس میں رشتہ دار ہوتے ہیں، جس کا تقاضہ ہے کہ وارث شخص دوسرے لوگوں کی نسبت اپنے وارث بننے والے کے مال کا زیادہ خدرا ہے، اس لیے دوسروں کی بجائے نفقة برداشت کرنے کے ساتھ صلمہ رحمی کرنا خاص کرواجب ہوگا۔

دیکھیں: المغنى (168/8-169).

چنانچہ باپ پر واجب ہے کہ وہ محتاج اور ضرورتمند بیٹے کے اخراجات اس وقت تک برداشت کرے جب تک وہ اس سے مستغنی نہیں ہو جاتا، علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ اگر بیٹا شادی کا محتاج ہو تو باپ پر اس کی شادی کے اخراجات کرنا واجب ہوگا

ابن قدامہ رحمہ اللہ کستہ میں:

"ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ: اگر باپ کے ذمہ بیٹے کا نفقة ہو اور بیٹا عفت و عصمت کا محتاج ہو تو باپ کو اپنے بیٹے کی عفت و عصمت چانا ہوگی، بعض شافعیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔"

دیکھیں: المغنى (172/8).

شیخ صالح الغوزان حضرت اللہ کستہ میں:

"جیسے ہی بیٹا اپنے باپ سے مستغنی ہو جائے تو بیٹے کا باپ سے حق ختم ہو جاتا ہے، یعنی جب وہ بڑا ہو کر اپنے لیے کمائی کرنے لگے اور اپنی آمدی کی بنابر کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے تو نفقة میں اس کے باپ کا حق ختم ہو جائیگا۔"

لیکن جب تک وہ چھوٹا بچہ ہو، یا پھر بڑا تو ہو جائے لیکن کمائی نہ کر سکتا ہو تو پھر اس کے والد کا حق ہے کہ وہ بیٹے کے مستغنی ہونے تک نفقة برداشت کرے، کیونکہ قرابت و رشتہ داری کی بنا پر یہ واجب ہے۔

دیکھیں: المقتضی من فتاویٰ الشیخ الغوزان (3/240).

خلاصہ یہ ہوا کہ:

والد کو اپنی رعایا کے بارہ میں اللہ کا تقویٰ و ڈراختیار کرنا چاہیے، اگر وہ اپنے بیٹے کی تعلیم و علاج معا الجہ وغیرہ امور کی استطاعت رکھتا ہے تو اسے اس میں کوتاہی نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بیٹے کی ضروریات پوری کرے۔

ہماری آپ کو یہی نصیحت ہے کہ آپ شرعی عدالت میں مقدمہ لے جانے سے قبل اصلاح پسند افراد کے ذریعہ سے باپ کو عظاو نصیحت کریں، اور باپ بیٹے کے ماہین اصلاح کی کوشش کریں۔

کیونکہ راضی و خوشی اخراجات برداشت کرنا اور مقدمات سے دور رہنا باپ کا اپنے بیٹے پر راضی ہونا اور سلیم قلب ہونے کے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح ہم بیٹے کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ کوئی ملازمت یا کام تلاش کر کے اپنے باپ کے لفظ سے مستغفی ہو اور خاص کر جب بیٹا جوان ہو چکا ہے، اور اسے تعلیم اور ملازمت و کام کا ج سب کو جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ کوئی مشکل کام نہیں بلکہ بہت آسان ہے، اور پہلے بھی بہت سارے لوگ ایسا کرتے رہے، جو کوئی اللہ سے غنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے۔

لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے اور باپ اپنے موقف پر اصرار کرے تو اس حالت میں اپنا مقدمہ ماقضی کی عدالت میں لے جانے میں کوئی مانع اور حرج نہیں، تاکہ شرعی طور پر باپ پر جو واجب ہوتا ہے اس کی ادائیگی کرو سکے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ معاملہ جتنا بھی عدالت کی اور مقدموں سے دور رہے زیادہ بہتر ہے۔

واللہ اعلم۔